ترنم ریاض کا ناول ''مورتی'' نسائی کسک کا ترجمان

آسیہ یاسمین
(ریسرچ اسکالر) شعبۂ اردو
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

ملخص

یہ ایک مختصر سا ناول ہے جو کہ ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس ناول میں مصنفہ نے ایک عورت کے درد، کسک اور گھٹن کو دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کس طرح گھٹ گھٹ کے جیتی ہے اور اس کے فن کی ناقدری کی وجہ سے اس میں ایک کسک پیدا ہو جاتی ہے اور مورتی جو اس ناول کا عنوان ہے جو آخر میں ٹوٹ جاتی ہے دراصل اسے زندگی کا استعارہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔مورتی کا موضوع ازدواجی زندگی کے مسائل پر مبنی ہے اور ازدواجی زندگی کی ناکامی اور ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور سماج میں عورت کی حیثیت کو دکھانے کی کوشش کی ہے۔اس میں سماج اور بالخصوص ازدواجی زندگی کے مسائل کو پیش کیا گیا ہے لیکن یہ خاص طور پر نسائیت کا ترجمان بن جاتا ہے۔

ترنم ریاض کا ناول ''مورتی'' نسائی کسک کا ترجمان

ترنم ریاض کا نام عصر حاضر کے اردو فکشن میں ایک معروف اور معتبر نام ہے۔وہ ہمہ جہت مشاغل میں مصروف ہیں۔تخلیقی ،تحقیقی وتنقیدی کام سے انہیں دلی وابستگی ہے۔ترنم ریاض ایک دلکش لب ولہجہ کی مالک ہیں،ترنمی ،نغمگی اور شائستگی ان کے وجود میں پیوست ہے جس کی عکاسی ان کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔ترنم ریاض ادبی دنیا میں افسانہ نگاری ،ناول نگاری ،شاعری ،مترجم ،اور محقق کی حیثیت سے ایک اعلیٰ مقام حاصل کر چکی ہے۔ان کی اب تک مختلف اصناف سخن پر متعدد تصانیف خاص وعام میں مقبول ہو چکی ہیں۔

مورتی ان کا پہلا ناول ہے جس کی اشاعت ۲۰۰۴ء میں ایم۔آر۔آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی سے ہوئی۔یہ ایک مختصر سا ناول ہے جو کہ ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس ناول میں مصنفہ نے ایک عورت کے درد،کسک اور گھٹن کو دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کس طرح گھٹ گھٹ کے جیتی ہے اور اس کے فن کی ناقدری کی وجہ سے اس میں ایک کسک پیدا ہو جاتی ہے اور مورتی جو اس ناول کا عنوان ہے جو آخر میں ٹوٹ جاتی ہے دراصل اسے زندگی کا استعارہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

مورتی کا موضوع ازدواجی زندگی کے مسائل پر مبنی ہے اور ازدواجی زندگی کی ناکامی اور ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور سماج میں عورت کی حیثیت کو دکھانے کی کوشش کی ہے۔اس میں سماج اور بالخصوص ازدواجی زندگی کے مسائل کو پیش کیا گیا ہے لیکن یہ خاص طور پر نسائیت کا ترجمان بن جاتا ہے۔

اس ناول کا مرکزی کردار ملیحہ ہے۔جس کے اردگرد پورے ناول کا تانا بانا بنا گیا ہے اور ضمنی کردار بھی ہیں جو کہانی کے ارتقاء کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔یہ ناول ایک ایسی عورت کی درد بھری داستان ہے جس کو اپنی زندگی آزادی کے ساتھ جینے کا حق نہیں ملتا ہے۔ملیحہ ایک بہت اچھی فن کارہ ہوتی ہے۔فن کاری سے اسکو گہری دلچسپی ہوتی ہے اسے اس فن میں خداداد صلاحیت ہوتی ہے۔وہ اپنے فن کا

مظاہرہ مجسمہ سازی کے ذریعہ کرتی ہے۔وہ ایک ماہر سنگ تراش ہوتی ہے۔وہ اپنے جذبات واحساسات اور ذہنی صلاحیتوں کا اظہار مجسمہ سازی سے کرتی ہے۔ملیحہ نرم ونازک ہاتھوں سے سل جیسے چٹانوں سے ایسے نفیس ونایاب قسم کے مجسمے تیار کردیتی ہے جو قابل ستائش اور دادوتحسین کے لائق ہوتی ہے۔لیکن صد افسوس! کہ ملیحہ کی شادی ایک ایسے انسان سے ہوجاتی ہے جو بالکل اس کی ضد ہوتا ہے۔وہ کسی بھی زاویہ سے اس کے مقابل نہیں ہوتا ہے چاہے وہ سیرت کے اعتبار سے یا صورت کے اعتبار سے۔اقتباس ملاحظہ فرمائے:۔

> ''اف...جب دولہا میں نے دیکھا..تو اللہ کی وضع کی ہوئی تقدیر پر ایمان لانا پڑا۔لڑکا پست قامت۔اور آواز بھی لڑکیوں ایسی...اونچی ایڑھی والا جوتا۔ٹخنے تک اونچا،جس کے اندر کی طرف بھی ایڑھی کا کچھ حصہ ہوتا ہے بیش قیمت لباس اور پارلر سے سیدھا نکل کر آنے والی سج دھج کے علاوہ ولائتی گاڑی بھی اسمیں کہیں سے کوئی جاذبیت پیدا نہ کرسکی تھی''

(موری،صفحہ نمبر۲۰)

نام اکبر علی لیکن پوری وضع قطع سے اپنے نام کا متضاد،اور اصغر علی کا مستحق نظر آتا ہے۔اور ملیحہ کا کردار بھی ملاحظہ ہو۔

> ''ملیحہ دنیا کی سب سے مکمل لڑکی تھی۔میرے خیال سے...عافیہ نے کئی دفعہ گھر میں ذکر کیا تھا ہر ایک کی ہمدرد...خوش شکل...خوش گلو...خوش لباس...اور ایک اونچے کردار کی مالک...اور ایک عظیم فن کارہ...اس میں اتنی خوبیاں تھیں کہ میں ہر وقت اس جیسا بننے کی کوشش کرتی رہتی''

(موری،صفحہ نمبر۲۰)

ملیحہ کے گھر والے ملیحہ کی زندگی کو ایک ایسے انسان کے ساتھ منسلک کردیتے ہیں جس کے سامنے ملیحہ کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے۔انسان کی خوشگوار زندگی دولت سے نہیں بلکہ محبت اور خلوص سے گذرتی ہے لیکن ملیحہ کے گھر والے صرف اس کی دولت سے متاثر ہوکر اس سے رشتہ منسوب کردیتے ہیں ۔ملیحہ اس رشتے کو بخوشی نبھاتی بھی ہے لیکن جس چیز کی وہ خواہشمند ہوتی ہے اس کا اظہار وہ مجسمہ سازی

سے کرتی ہے لیکن اس کا شوہر اکبر علی ایک تاجر رہتا ہے لیکن نہایت ہی بے حس قسم کا انسان ہوتا ہے اور اس کو اس بات کا خدشہ لگا ہوتا ہے کہ کہیں وہ ترقی کر کے مجھ سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کو مجسمہ سازی بالکل اچھی نہیں لگتی تھی ملیحہ سے کہتے تھے کہ نہایت سست رفتار عمل ہے اکبر علی کو یہ چیز ناگوار گذرتی ہے اور وہ اس کے فن پارے کی ناقدری کرتا ہے اس کو فضول کی چیز بتاتا ہے وقت ضائع کرنے کا طعنہ دیتا ہے۔ مرد عورتوں کو صرف خانگی وسائل کا ذریعہ سمجھ کر ان کی زندگیوں کو محدود کر دیتے ہیں انہیں ہر طرح کے حقوق سے محروم سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ اس ناول میں ملیحہ کے ساتھ بھی پیش آتا ہے۔ ملیحہ پوری دلچسپی اور دلی لگاؤ کے ساتھ اپنی فنکاری سے اپنے جذبات واحساسات اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی ہے اور اعلیٰ قسم کے مجسمے تیار کرتی ہے اور اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ محنت اور فن پارے کی قدر کی جائے لیکن اس کے شوہر اکبر علی کے نزدیک اس کی فن کاری کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے۔ جس وجہ سے ملیحہ ذہنی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور پاگلوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتی ہے۔ اپنے فن پارے کی ناقدری اس سے برداشت نہیں ہوتی ہے ۔خود کو زخمی کرنے لگتی ہے۔ پتھروں سے سر پھوڑتی ہے۔ ناخنوں سے اپنے رخسار کو لہولہان کرتی ہے۔ لیکن اکبر علی پھر بھی اس چیز کو نہیں سمجھ پاتا ہے۔ اس کے نفسیات کو نہیں سمجھ پاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر چیز جب اسے میسر ہے تو پھر اس طرح کی چیزوں میں کیوں الجھتی ہے ۔وہ یہ نہیں چاہتا ہے کی ملیحہ ان چیزوں میں مصروف رہے انسان اپنی حسن کارکردگی کی وجہ سے مرکر بھی زندہ ہوتا ہے اور فن کاری کی وجہ سے ایک منفرد شناخت قائم کر لیتا ہے۔ ملیحہ جب اپنی دوست عافیہ کے ساتھ گھومنے جاتی ہے تو اس کی نظر ایک ایسے عظیم مجسمہ پر پڑتی ہے جس سے وہ بہت محظوظ ہوتی ہے اور اس کے خالق کو یاد کرنے لگتی ہے۔ اسکی فن کاری اور ہنرمندی سے آج بھی اس کا تخلیق کار زندہ اور تابندہ ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائے:۔

> ''عافیہ کون ہوگا وہ اور کیا کیا تخلیق کیا ہوگا اس کے ان سونے کے ہاتھوں نے وہ مجسمے کو کئی منٹ تک بائیں جانب سے گھورتی رہی۔ اس لیے کہتے ہیں نا...کہ فن کبھی نہیں مرتا یہ سنگتراش اس مجسمے میں حیات ہے...ہے نا دیکھو عافیہ میں اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہی ہوں جو اس لڑکی کے حسن کے پرتو میں زندہ ہے...جو تقریباً سو سال سی اس خاموش قبرستان میں بے شمار قبروں کے درمیان اکیلی زندہ وجاوید اس قبر کے کونے پر بیٹھی ہے...مگر...عافیہ یہ مجسمہ ہی تو شناخت ہے اس عظیم فن کار

کی۔اس کا اس بڑھ کر اور کیا تعارف ہوسکتا ہے کہ وہ شاہکار کا خلق ہے جس کی
عجیب سی کشش مجھے یہاں کھینچ لائی۔میں تو جانتی بھی نہ تھی کہ یہ قبرستان ہے۔میں
سمجھی عجائب گھر کا...کوئی حصہ ہوگا...عافیہ...میں بھی...تم دیکھنا اپنے مجسموں میں
زندہ رہوں گی۔بھلے ہی کوئی میرا نام نہ جانتا ہوگا۔سو سال بعد شاید...میرے فن
پارے بھی کسی فن کی پرستار کی توجہ اپنے طرف مبذول کرائیں گے کوئی ایسے ہی
میرے بارے میں سوچے گا...جیسے میں۔اس کی کانپتی آواز گلوگیر ہوگئی''

(مورتی،صفحہ نمبر ۵۵)

اس اقتباس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملیحہ بھی اس بات کی متمنی رہتی ہے اور اس کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے فن پارے کی بھی قدر کی جائے لیکن اسکی خواہش کی کبھی تکمیل نہیں ہوتی ہے وہ اسکی آرزو کرتے کرتے پاگل ہوجاتی ہے۔آخر میں فیصل نام کا ایک کردار سامنے آتا ہے اسکی ملاقات ملیحہ سے ہوتی ہے تو وہ یکدم حیراں سا ہوجاتا ہے۔فیصل ایک فن شناس شخص رہتا ہے۔ملیحہ کے بارے میں وہ کچھ چیزیں اپنی بھابھی عافیہ کے ذریعہ سے جانتا تھا لیکن خود کی نظروں سے دیکھ کر اس کا تصور اور بھی پختہ ہو گیا وہ ملیحہ کے شاہکار فن پارے کا قدردان ہوجاتا ہے۔اسے بہت آگے بڑھانا چاہتا ہے۔جب وہ ملیحہ کے نادر و نایاب مجسمے کو دیکھتا ہے تو استعجاب میں پڑ جاتا ہے۔اتنے دلکش اور شاہکار فن پارے اس طرح بے وقعت پڑے ہیں۔فیصل رنجیدہ سا ہوجاتا ہے۔ملیحہ کی زندگی سے جڑی جو بھی خواہش ہوتی ہے وہ اس کی عکاسی اس کی فن کاری میں دیکھتا ہے۔وجیہہ شانوں والے مرد کا بائیں جانب دیکھتا ہوا چھاتی تک تراشا گیا مجسمہ اور ایک ماں اور بچے کا مجسمہ، جو اسکی زندگی کا آخری فن پارہ تھا اور اس کی زندگی کا آخری مقصد بھی۔بہت وقت دے کر اور برسوں کی مدت میں تیار کیا تھا۔اقتباس:۔

''آدھے ٹوٹے پنکھ والی فاختہ کا مجسمہ...بچے کا مجسمہ جو ماں کے پہلو سے ٹوٹ کر
الگ ہوگیا تھا۔وہ اسے ماں کے مجسمہ سے لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔پتھروں کی
طرح زمین پر پھینکنے جانے سے کئی مجسمے کہیں کہیں سے ٹوٹ گئے تھے بچے کا مڑا ہوا
گھٹنا بھی،جس کے سہارے مجسمے کا توازن برقرار رہتا تھا،ٹوٹ گیا تھا۔
''یہ..یہ..دیکھو..فیصل..فیصل..'' وہ ہانپتے ہوئے بولی..سب مر گئے

اس نے ہاتھ سے ماں اور بچے کے مجسمے کی طرف اشارہ کیا۔

یہ دیکھو..یہ..یہ ماں کے پاس بیٹھتا ہی نہیں..اس نے بچے کے سر پر دونوں ہاتھ رکھ دیے۔

اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا۔اس نے فیصل کے چہرے کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں جانے کب کے ٹھہرے ہوئے آنسو امڈ آئے۔

''اب..کیا..کیا..ہوگا..اس نے دونوں ہاتھ فیصل کے شانوں پر رکھ دیا اور بلک بلک کر رو پڑی۔

اب کچھ نہیں ہوسکتا..فیصل..سب مر چکے..اس نے ہچکیاں لے کر کہا اور بے ہوش ہوگئی۔''

(مورتی،صفحہ نمبر۹۰)

اس اقتباس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس فاختہ کے پر کا ٹوٹنا یا بچہ کا ماں سے الگ ہو جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر پرندے کے پر کو کاٹ دیا جائے یا ایک ماں کے گود سے اس کے بچے کو الگ کر دیا جائے تو پھر اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے نہ اس پرندے کی زندگی ہے وہ ایک طرح سے مردہ ہے اس طرح ایک عورت کی گود بچہ سے خالی ہو جانے کے بعد اس کا کوئی مقام و مرتبہ ہی نہیں ۔ایک عورت کی پہچان اولاد کی وجہ سے ہی ہوتی ہے اور وہی کسک ملیحہ کی زندگی میں بھی ہوتی ہے وہ بھی لاولد ہوتی ہے جس کی کسک اسے زندگی بھر رہتی ہے ۔اس میں مصنفہ نے ایک پر ٹوٹی ہوئی فاختہ کا مجسمہ یا ایک عورت اور بچہ کا الگ ہوتا ہوا مجسمہ کو زندگی کا استعارہ بنایا ہے جس کے بغیر دونوں کا وجود ہی نہیں ہے۔اس میں ملیحہ کی زندگی کسک سے لبریز ہے اس کا کوئی وجود ہی نہیں، نہ تو اس کی فنکاری کا کوئی قدردان اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد۔اسکے باوجود بھی ملیحہ ہر لمحہ اپنے شوہر اکبر علی کے تابع رہتی ہے۔

ملیحہ ایک شریک حیات کی حیثیت سے ہر چیز کا خیال رکھتی ہے ہر دکھ درد، چین وسکون کا خیال کرتی ہے لیکن اس کے شوہر کے نزدیک اسکی کوئی حیثیت نہیں، نہ ہی کوئی مقام و مرتبہ ہے۔ان کی نظروں میں صرف وہ ایک عورت ہے ایک عظیم فن کارہ نہیں۔اکبر علی ملیحہ کے سارے شاہکار فن پاروں کو مکان کے تہہ خانے میں رکھوا دیتا ہے۔جہاں کئی نیم فضول چیزیں پڑی تھیں وہیں دوسری طرف اس کے بنائے

ہوئے نایاب فن پارے رکھے تھے اور وہاں رکھوانے کی وجہ سے اس کے سارے مجسموں میں کہیں نہ کہیں دراڑ پڑ جاتی ہے اور کسی کا کچھ حصہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ جس وجہ سے وہ پاگلوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتی ہے اور اندر سے ٹوٹ سی جاتی ہے تو اس کا شوہر (اکبر علی) علاج و معالجہ کرانے کے بعد اسے پاگل خانے میں رکھوانے کے لئے سوچتا ہے تو اس وقت اس کے فن پارے کا قدردان (فیصل) اس سے کہتا ہے کہ اسے پاگل خانے نہ بھیجے۔ ملیحہ کو اس میں اپنائیت نظر آتی ہے اس سے پہلے کبھی اپنے لیے کسی کے چہرے پر ایسے اپنائیت بھرے تاثرات نہیں دیکھے تھے۔ فیصل ملیحہ سے کہتا ہے کہ ان سارے مجسموں کی ایک نمائش کی جائے لیکن ملیحہ اس سے کہتی ہے کہ یہ تو خوابوں کی باتیں ہیں۔ فیصل میرے نصیب میں اتنی بڑی خوشی کہاں سے آسکتی ہے ملیحہ اس بات سے بخوبی واقف ہوتی ہے کہ یہ چیزیں اس کے شوہر کے مزاج کے خلاف ہیں اور پھر وہ فیصل سے کہتی ہے کہ جو شخص اس فن کاری کا سرے سے خلاف ہو تو وہ نمائش کی اجازت کیسے دے دے گا۔ کہیں اس نمائش کی وجہ سے اور باقی سکون بھی نہ فنا ہو جائے۔ ملیحہ کو اس بات کا بہت خدشہ لگا رہتا ہے جب فیصل اسے اپنوں کی طرح چاہنے لگتا ہے اور اس طرح کی باتیں کرتا ہے۔ اقتباس:۔

”میں سارے دکھ بھلا دوں گا اسے اس کے۔

اس کی آنکھ کبھی نم نہ ہونے دوں گا.......

ورنہ...ورنہ...وہ...اصغر علی اسے کسی دن پاگل خانے چھوڑ آئے گا...

اور...ایک عظیم فن کارہ کو ضائع...نہیں ہونے دوں گا۔ میں نہیں ہونے دوں گا ایسا

بس یہی وجہ ہے....نا؟

فیصل نے سر جھٹکا

ہاں...“

(مورتی، صفحہ نمبر ۴۷)

ملیحہ کو فیصل کے اس طرح کے انداز گفتگو سے شبہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں فیصل اسے Black Mailing تو نہیں کر رہا ہے لیکن حقیقت کچھ اور ہوتی ہے دراصل وہ اس کے فن کی قدر کرتا ہے اس کے فن کو معراج پر پہنچانا چاہتا ہے وہ اس کو روز روز کے درد و کرب سے نجات دلانا چاہتا ہے اس کو سکون کی زندگی بخشنا چاہتا ہے ملیحہ اپنے فن کی ناقدری اور وجود کی ناقدری کی وجہ سے اپنے آپ کو زخمی کرتی رہتی ہے۔ اپنی

مقبولیت و اہمیت کی خواہاں رہتی ہے لیکن وہ تا حیات اسے نصیب نہیں ہوتی ہے۔فیصل جب اسکو پاگل خانے لے جانے کی باتیں سنتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس کے مجسموں کی نمائش سے وہ ٹھیک ہو سکتی ہے۔میں بہت بڑا studio بنواؤں گا اس کی نمائش کے لئے ہر قسم کا پتھر...دنیا کے ہر کونے سے منگواؤنگا۔انہیں مت لے جایئے پاگل خانے میں اسے گھر لے جاؤں گا وہیں علاج کرواؤں گا لیکن اکبر علی کے چہرے پر قطعی کسی تاثر کی جھلک نہیں تھی اور وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

یہ ناول زندگی نما پتھر کے درمیان پستے ہوئے کردار کی ایسی کہانی ہے جو عملی زندگی کے نشیب و فراز کے درد سے لبریز داستان بن گئی ہے۔یہ ناول عورت کے اجتماعی لاشعور سے گہرا رشتہ قائم کرتا ہے اور ایک عورت کی زندگی میں پیش آنے والے درد کسک اور گھٹن کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور حقیقی دنیا میں ہونے والے واقعات کی تصویر کشی کرتے ہوئے سماج کی اس طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے کاموں کی بھی ایک اہمیت اور معنویت ہے جیسا کہ مصنفہ نے کلام پاک کی ایک آیت کو تحریر کیا ہے۔اَنِّی لَا اُضِیعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنکُم مِن ذَکَرٍ اَوْ اُنثٰی ۔ترجمہ: میں ضائع نہیں کرتا کسی محنت کرنے والے کی تم میں مرد ہو یا عورت۔اور میں اپنی بات کو یہی پہ ختم کرتی ہوں۔

☆☆☆